حصولِ علم، تعقّل، شعور اور ادراکِ شئے کو کیسے ممکن، سازگار بنایا گیا؟ تقدیر

علم ءَ ایَۃٍ کا ہوتا ہے۔ ءَ ایَۃٍ تخلیق کردہ شئے، کسی ظاہری علامت، نشانی کو کہتے ہیں جس کا ایک متعین اسم ہوتا ہے۔ ءَایَـٰةٍ بین اور غیر متبدل ہے۔ مختلف آیات کی انفرادیت اور ان کے مابین باہمی ربط، تعلق (relationship)، فرق کو سمجھنا اور اس تعلق اور فرق سے پیدا ہونے والے نتیجے کو جاننا عقل سے کام لینا ہے۔ انسان کا تعقل ءَ ایَۃٍ، شئے کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اور جو اپنے متعلق یہ فرمائے

إِنِّىٓ أَعۡلَمُ غَيۡبَ ٱلسَّمَـٰوَٲتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَأَعۡلَمُ مَا تُبۡدُونَ وَمَا كُنتُمۡ تَكۡتُمُونَ

'میں آسمانوں اور زمین کی چھپی باتیں جانتا ہوں اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو'' (حوالہ البقرۃ۔۳۳)

اُس کی بات، کلام ءَایَـٰةٍ ہوتی ہے۔ عقل فرق کو متعین کرتی ہے۔

أَتَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبِرِّ وَتَنسَوۡنَ أَنفُسَكُمۡ وَأَنتُمۡ تَتۡلُونَ ٱلۡكِتَـٰبَۚ

''لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم تو کتاب بھی پڑھتے ہو

أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ٥ کیا تم لوگ عقل استعمال نہیں کرتے؟'' (البقرۃ۔۴۴)۔

عقل استعمال کی جائے تو دو باتوں کا تضاد اور فرق واضح ہو جاتا ہے وگرنہ وہ دونوں باتیں، اشیاء، علامتیں، نشانیاں، آیتیں معلومات میں ہیں، علم کی حیثیت سے یاداشت میں محفوظ ہیں۔ علم موجود و مشہود کا ہوتا ہے، مفروضہ، عدم مشہود کا تخیل علم نہیں ہے۔

علم ظاہر سے شئے کے باطن کی جستجو کا نام ہے۔ شئے کے ظاہری تعارف [معرفت] سے اُس کی شناخت، پنہاں، غیب کی منزل تک پہنچنے کا نام علم ہے۔ اور خالق کے متعلق بتایا وَأَنَّ ٱللَّهَ قَدۡ أَحَاطَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عِلۡمَۢا ٥ ''اور یہ کہ اللہ کا علم یقیناً ہر چیز پر حاوی ہے'' (حوالہ الطلاق۔۱۲)۔ عَـٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ وَٱلشَّهَـٰدَةِۚ ''وہ غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے''۔

اللہ رب العزت نے اپنے متعلق علم کے حوالے سے جب خبر، اطلاع، علم عطا فرمایا تو عَـٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ کو پہلے رکھا۔ شئے تخلیق یعنی ظاہر، مشہود ہونے سے قبل ''غیب'' ہوتی ہے اور یہ ''ارادہ شئے'' حالت ہوتی ہے۔ اس لئے خالق کیلئے شئے کا ''غیب'' اور ''ظاہر'' ایک ہی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن انسان کائنات کی اشیاء کا خالق نہیں۔ اُس کا علم ظاہر سے باطن کو جاننے کی جانب محو سفر ہوتا ہے۔ مختلف آیات کا ''پیچھا'' کرتے ہوئے ان کی انفرادیت اور ان کے مابین باہمی ربط، تعلق (relation/relativity)، فرق کو سمجھنا اور اس تعلق اور فرق سے پیدا ہونے والے نتیجے کو جاننا تعقل کہلاتا ہے۔ تعقل ادراک اور شعور عطا کرتا ہے۔

کیا کائنات اور اشیاء (آیات) کے ظاہر کے علم پر تعقل کیا جا سکتا ہے اگر ہر شئے اور اشیاء کا باہمی تعلق، رشتہ، تضاد، تفاوت، ہم آہنگ ہونے کا نتیجہ، اثر غیر متبدل اور پر ثبات ہونے کی بجائے تغیر پذیر اور کبھی کچھ اور کبھی کچھ ہوتا؟ تعقل تو حصول معلومات کے بعد کا مرحلہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ءَايَةٍ، اشیاء متبدل اور تغیر پذیری کا شکار ہوتیں تو کیا ان کے متعلق حصولِ علم ممکن تھا؟ علم سے پہلے شک ہے۔ اور اگر شئے متبدل اور تغیر پذیر رہے تو شک مٹ سکتا ہی نہیں اور حصول علم کا مرحلہ کبھی آ سکتا ہی نہیں۔ اور اگر اشیاء کا باہمی تعلق، رشتہ (Relationship) زمان میں تغیر و تبدل کی سرشت اپنائے ہوئے ہوتا تو انسان کیلئے تعقل اور غور و فکر ایک بے معنی مشغلے، قیاس، خیال کے علاوہ کسی نتیجہ خیزی کا حامل نہ ہوتا۔ اور ایسی صورتحال میں کیا أَحْسَنُ عَمَلًا کیلئے راہ استوار ہو سکتی تھی؟ علم سے پہلے شک کی کیفیت ہے اور عمل سے قبل یقین کی کیفیت ایک لازمی امر ہے۔ عمل حصولِ مقصد کیلئے ہوتا ہے۔ حصولِ مقصد کا یقین عمل کیلئے تحریک پیدا کرتا ہے اور یہ جبھی ممکن ہے جب زمان و مکان میں اشیاء اور ان کے مابین تعلق میں ثبات و قرار ہو۔ اور کائنات میں یہ ثبات و قرار اور اشیاء کا غیر متبدل رویہ کائنات کی تقدیر ہے۔ اور زمان و مکان اور ان تمام کیلئے یکساں ہے جن کی آزمائش کیلئے یہ وجود پذیر کی گئی ہے کہ ان میں سے کون أَحْسَنُ عَمَلًا عمدہ اعمال کرتے ہیں۔ یہ خالق کا عدل ہے کہ جن کے درمیان مقابلہ ہے ان کیلئے میدان اور مقابلے کے اصول یکساں اور غیر متبدل ہیں۔

کائنات کی تقدیر کیا ہے؟

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ''جس نے ہر چیز کو بنایا پھر تقدیر کا پابند (مغلوب) کر دیا'' (حوالہ الفرقان-۲)

قَدَّرَهُ اور تَقْدِيرًا کا مادہ ''ق د ر'' اور اس کے بنیادی معنی اندازہ اور پیمانہ ہیں۔ اندازہ اور پیمانہ ایک شئے کا دوسری شئے کے ساتھ تعلق، تناسب کا اظہار ہے۔ فرمایا ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنی بیویوں کو جنہیں تم نے چھوا ہی نہیں یا جن کا فریضہ مقرر نہیں کیا طلاق دے دو'' وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ''مگر انہیں سامان دو۔ خوشحال کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق (اس کے اپنے پیمانے، تناسب) اور تنگدست پر اس کے اپنے پیمانے اور دستور کے مطابق سامان دینا ہے'' اور سمجھایا حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ''یہ محسنین پر لازم ہے'' (حوالہ البقرۃ-۲۳۶)۔

محسن کے مقابل ظالم ہے (حوالہ الصافات-۱۱۳) اور ''ظلم'' کے بنیادی معنی کسی شئے کو اس کے اصل مقام سے ہٹانا ہیں جس کا نتیجہ اشیاء کے مابین تناسب اور حسن کو درہم برہم کرنا ہے۔ ''حسن'' کے بنیادی معنی بھی تناسب اور توازن کا قائم رہنا ہیں۔ اور مادہ ''ق د ر'' بھی اشیاء کے مابین تناسب اور توازن کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جو شئے پیمانے میں آ جائے وہ شئے مغلوب ہو جاتی ہے۔

إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبۡلِ أَن تَقۡدِرُواْ عَلَيۡهِمۡۖ

''سوائے ان کے جو اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ توبہ کر لیں'' (حوالہ المائدہ ۔۳۴)

پیمانہ مقدار کو ظاہر کرتا ہے اور اشیاء کے مابین تناسب، تعلق، رشتے کو بھی۔

إِنَّا كُلَّ شَيۡءٍ خَلَقۡنَـٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ ''بیشک ہم نے ہر شئے کو خاص مقدار (پیمانے) میں بنایا ہے'' (القمر ۔۴۹)

وَإِن مِّن شَيۡءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَآئِنُهُۥ ''اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں

وَمَا نُنَزِّلُهُۥٓ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُومٍ ۝ مگر ہم اسے صرف ایک جانے پہچانے، معلوم پیمانے (مقدار) میں عنایت کرتے ہیں''

(الحجر ۔۲۱) وَأَنزَلۡنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءَۢ بِقَدَرٍ فَأَسۡكَنَّـٰهُ فِي ٱلۡأَرۡضِۖ ''اور جس نے آسمان سے پانی ایک خاص مقدار میں اتارا (نازل کیا) ہے اور اسے زمین میں ٹھہرا دیا ہے'' (حوالہ المومنون ۱۸)۔

بِقَدَرٍ میں حرف ''ب'' کے معنی ہیں ''کے ساتھ'' اور ''قدر'' کے بنیادی معنی ہیں اندازہ، پیمانہ۔ جو چیز پیمانے کے ساتھ ہو وہ متعین اور معلوم مقدار میں ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ ایک خاص معلوم مقدار میں پانی کو آسمان سے نازل فرما کر زمین میں سکونت اختیار کرا دی ہے۔ سائنسدانوں نے زمین پر ٹھوس (برف، گلیشیئر)، مائع اور گیس (بخارات، vapor) حالت میں موجود پانی کی مقدار کے متعلق اندازے قائم کئے ہیں لیکن مقدار اتنی زیادہ ہے کہ ہم غیر سائنسدان کیلئے ہندسوں میں بیان کرنا ایک مہمل اور بے معنی سی بات دکھائی دے گی۔ ان کے اندازے کے مطابق پانی کی کل مقدار کا ستانوے فی صد سمندروں میں ٹھہرایا گیا ہے اور باقی تین فیصد دریاؤں، جھیلوں، زیر زمین ذخائر، گلیشیئر اور بادلوں میں ہے۔ زمین سے پانی بخارات بن کر فضا میں اٹھتا ہے اور بارش اور برف کی صورت واپس برستا ہے۔ قرآنِ مجید نے پانی کی تخلیق کے متعلق الگ سے کچھ نہیں بتایا بلکہ جب بھی اس کا ذکر کیا آسمان سے نازل کرنے کے حوالے سے کیا ہے۔

وَنَزَّلۡنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً مُّبَـٰرَكًا ''اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا، جسے ثبات ہے'' (حوالہ سورۃ قٓ ۔۹)

عربی لفظ مُّبَـٰرَكًا کا مادہ ''ب رک'' اور اصل معنی اس ثبات کے ہیں جس کے ساتھ نمو بھی شامل ہو۔ اس میں ثبات، استحکام، کثرت، ظہور و نمود کے تمام پہلو آ جاتے ہیں اور یہی باعث برکت بھی ہوتے ہیں۔ اور یہی پانی زمین میں گھمایا جا رہا ہے۔

وَٱلَّذِي نَزَّلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءَۢ بِقَدَرٍ فَأَنشَرۡنَا بِهِۦ بَلۡدَةً مَّيۡتًاۚ (حوالہ الزخرف ۔۱۱)

''اور وہ جس نے آسمان سے پانی متناسب اندازے، متعین مقدار میں اتارا پھر اس سے اس نے مردہ بستی کو اٹھا کھڑا کیا''

یہاں پانی کی مناسب، معلوم مقدار مردہ بستی کے حوالے سے ہے، جس سے مراد بارش ہے جبکہ سورۃ المومنون کی آیت ۱۸ میں پانی کی اس

معلوم مقدار کا ذکر ہے جسے آسمان سے اتار کر زمین میں سکونت دے دی گئی ہے۔ بارش بھی بِقَدَرٍ تناسب اور توازن کے ساتھ ہے۔ زمین سے ایک سیکنڈ میں تقریباً (sixteen million tons) ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ٹن پانی بخارات بن کر اڑتا ہے جس کی سالانہ مقدار پانچ سو تیرہ ٹریلین ٹن (513 trillion tons) بنتی ہے اور زمین پر برسنے والی بارش کے پانی کی مقدار بھی اتنی ہی ہے۔ اس میں تفاوت اور بگاڑ زمین پر حیات کو ختم کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اللہ اکبر! سبحان اللہ!

قَدۡ جَعَلَ ٱللَّهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا o ''اللہ نے ہر شئے کیلئے ایک تناسب، پیمانہ مقرر کیا ہے'' (حوالہ الطلاق۔۳)۔

اشیاء کو تخلیق بھی پیمانے، مقدار میں کیا گیا ہے اور اشیاء کے مابین باہمی تعلق کے بھی پیمانے مقرر کیے گئے ہیں۔ یہ تقدیر ہے۔ پیمانے اشیاء کو مغلوب کر دیتے ہیں۔ اشیاء (آیات) کا ''پیچھا'' کرتے ہوئے یعنی مشاہدے اور تعقل سے انسان مادی اجسام، کائنات کی تقدیر کو جاننے پر قادر (غالب) ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعًا مِّنۡهُ (حوالہ الجاثیۃ۔۱۳)

''اور اس نے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین پر ہے اپنی طرف سے سب تمہارے لئے پابند (مسخر) کر دیا ہے''

اور جنہوں نے کائنات کی تقدیر کو جاننے کیلئے کوشش اور تگ و دو کی ہے آج گلوبل ویلج پر ان ہی کا غلبہ ہے۔ کائنات کی تقدیر کو جاننے کا استحقاق سب کیلئے یکساں ہے۔ تخلیق میں اشیاء کے مابین پیمانے اور تناسب کی اہمیت انسان کی پیدائش کے سلسلے میں عورت کی پنہاں باتوں میں سے اس حقیقت سے واضح ہو جائے گی

ٱللَّهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ ٱلۡأَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ

''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھاتی ہے اور رحم کتنا کم ہوتا ہے اور جتنا بڑھتا ہے

وَكُلُّ شَىۡءٍ عِندَهُۥ بِمِقۡدَارٍ o اور اس کی جانب سے ہر چیز ایک صحیح مقدار، اندازے، تناسب میں ہے'' (الرعد۔۸)

وَٱلۡأَرۡضَ مَدَدۡنَٰهَا وَأَلۡقَيۡنَا فِيهَا رَوَٰسِىَ وَأَنۢبَتۡنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡزُونٍ ﴿١٩﴾

''اور زمین کو ہم نے پھیلایا ہے اور اس میں پہاڑ ڈالے ہیں اور ہم نے اس میں ہر شئے کو ''موزوں'' پیدا کیا ہے'' (الحجر۔۱۹)

مَّوۡزُونٍ کا مادہ ''و ز ن'' ہے اور اس کے معنی کسی چیز کے ہلکے یا بھاری ہونے کا اندازہ کرنا۔ کسی چیز کی مقدار معلوم کرنا (راغب)۔

ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی استقامت اور تناسب واعتدال کے ہیں نیز دو چیزوں کے وزن کے برابر ہونے کے۔

كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡزُونٍ o سے واضح ہے کہ وزن کے معنی دو چیزوں کے برابر ہونے کے نہیں ہیں بلکہ تمام کی تمام اشیاء کے مابین

تناسب واعتدال اور موزونیت کے ہیں۔ میزان کے دو پلڑے ہیں اور دو چیزوں کے وزن کو برابر کرنے کیلئے ہیں۔

وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقْوَٰتَهَا فِىٓ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِينَ ''اور اس زمین میں خوراک پیدا کرنے کے پیمانے مقرر کیے، طلب کرنے والوں کی ضرورت کے مطابق، (اور زمین کے یہ تخلیقی کام انجام پائے) چار دن میں'' (حوالہ فصلت۔۱۰)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَىْءٍ عَدَدًاo ''اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے'' (حوالہ الجن۔۲۸)

مَّا تَرَىٰ فِى خَلْقِ ٱلرَّحْمَٰنِ مِن تَفَٰوُتٍ ''تو الرحمٰن کی تخلیق (ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ مادہ اور حیات) میں کوئی عدم تناسب، تفاوت نہیں دیکھے گا'' (حوالہ الملک۔۳)۔ یارب! یہ سچ ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ تو أَحْسَنَ ٱلْخَٰلِقِينَ ہے۔

اور یہ وقت مقررہ تک کیلئے قائم و دائم رہنے والا نظام حقیقت ہے۔ یہ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ ہے۔ ارشاد فرمایا:

إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِى كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ

''یقیناً مہینوں کی گنتی اللہ کی جانب سے، اللہ کی کتاب میں، بارہ مہینے ہے اس دن سے جب اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا،

مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ

ان میں سے چار حرمت کے ہیں'' یہ ہے ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ'' (حوالہ التوبہ۔۳۶)

ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ کی اصطلاح میں دوسرے لفظ ٱلْقَيِّمُ کا مادہ ''ق و م'' ہے اور اس کے معنی ہیں کھڑا ہونا، اعتدال اور توازن پر ہونا، ثابت اور دائم رہنا۔ تخلیق کی ابتدا سے جس شئے، بات، حقیقت، اصول، نظام، کو ثبات اور دوام ہے اس کو ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید کا ہماری کائنات کے وقت کے حوالے سے بیان مہینوں سے ہے سال کے دنوں سے نہیں۔

ان سائنسدانوں **(Planetary Scientists)** کیلئے یہ اطلاع کارآمد ہے جنھوں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ کروڑوں **(about 900 million years ago)** سال قبل ایک سال میں ۴۸۱ دن تھے جب دن اٹھارہ گھنٹے کا تھا اور جو زمین۔ چاند کے تعلق **(earth-moon dynamics)** کی کھوج میں ہیں۔ کائنات کا دین ''اسلام'' ہے اور اس کائنات کی ابتدا سے کیلنڈر بھی ''اسلامی'' ہے۔

کیا مادی اشیاء خود اپنی ''قدر'' بدل سکتی ہیں یا کیا کائنات کی مختلف اشیاء اپنے باہمی تناسب، توازن، تقدیر کو درہم برہم کر سکتی ہیں؟ نہیں! أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيطٌo ''سنو! وہ ہر چیز پر محیط ہے''

وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ٥ ”اور اللہ ہمیشہ سے ہر شئے پر قدرت (غلبہ) رکھتا ہے“۔

وَلَهُۥٓ أَسْلَمَ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا ”اور اسی کے تمام مطیع و فرمانبردار ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں رغبت اور بے رغبتی سے“ (حوالہ فصلت۔۵۴، الکہف۔۴۵، آلِ عمران۔۸۳)۔ آسمان کو سات آسمان بنایا گیا وَأَوْحَىٰ فِى كُلِّ سَمَآءٍ أَمْرَهَا ۚ ”اور ہر آسمان میں اس کے ذمہ کام اور حکم وحی کر دیا گیا“۔ اس سے واضح ہے کہ تمام آسمانوں کیلئے ایک مربوط نظام وضع کر دیا گیا، آسمانوں کو ایک متعین دائرہ کار کا پابند کر دیا گیا

ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ ٱلْعَزِيزِ ٱلْعَلِيمِ ٥ ”یہ ہے اس غالب اور علم والے کے مقرر کردہ پیمانے، نظام، تقدیر“ (حوالہ فصلت۔۱۲)۔

سورج اور چاند کو روشنی کا ذریعہ بنانے کے علاوہ وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ حُسْبَانًا ”اور سورج اور چاند کو (انسان کیلئے) حساب رکھنے کا ذریعہ بنایا“ (حوالہ الانعام۔۹۶)۔ اس بات کو یوں بتایا هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ ٱلشَّمْسَ ضِيَآءً وَٱلْقَمَرَ نُورًا ”اسی اللہ نے سورج کو آگ سے ضیاء (حدت اور روشنی، ماحول کو منور) پیدا کرنے والا اور چاند کو اجالا (روشنی منعکس کرنے والا) بنایا وَقَدَّرَهُۥ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا۟ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلْحِسَابَ ۚ اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو“ (حوالہ یونس۔۵) چاند کی منزلیں یوں بتائی ہیں وَٱلْقَمَرِ إِذَا ٱتَّسَقَ ﴿١٨﴾ ”اور چاند کی جب وہ کامل (پورا) ہو جاتا ہے“ (سورۃ الانشقاق۔۱۸)۔ اس منزل کی دوسری انتہا یہ ہے جب یہ طلوع ہوتا ہے وَٱلْقَمَرِ إِذَا تَلَىٰهَا ﴿٢﴾ ”قسم ہے چاند کی جب اس (سورج کے غروب) کے پیچھے طلوع ہو“ (الشمس۔۲)۔ چاند کی منزلیں مقرر کرنے کے بارے میں سورۃ یٰس کی آیت ۳۹ میں فرمایا: وَٱلْقَمَرَ قَدَّرْنَٰهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَٱلْعُرْجُونِ ٱلْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ ”اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے“۔ الاسراء کی آیت ۱۲ میں دن اور رات کے بنانے کے بارے میں یہ بھی بتایا وَلِتَعْلَمُوا۟ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلْحِسَابَ ۚ ”اور تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان سکو“۔

ٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ ”آفتاب اور چاند اپنے مقررہ حساب سے ہیں“ (سورۃ الرحمٰن۔۵)۔ یہ حساب ایسا ہے کہ لَا ٱلشَّمْسُ يَنۢبَغِى لَهَآ أَن تُدْرِكَ ٱلْقَمَرَ ”سورج کیلئے مناسب نہیں کہ چاند کے پیچھے جائے“ (سورۃ یٰس۔۴۰)۔ یارب! سچ ہے کسی کی مجال نہیں اس لئے کہ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ ٱلْعَزِيزِ ٱلْعَلِيمِ ٥ ”یہ غالب اور علم والے کے باندھے ہوئے پیمانے، نظام، تقدیر ہے“ (حوالہ الانعام۔۹۶، یٰس۔۳۸، فصلت۔۱۲)۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر